بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ مہر

شریعت محمدیہ میں

از جانب

حکیم محمد اجمل خان دہلوی

میں مسئلہ مہر کے متعلق اپنے خیالات کو اس مقدمہ کے مختصر کیفیت سے شروع کرتا ہوں جس نے کثیرالمقدار مہروں کے اصلاح کی طرف گورنمنٹ کی توجہ مبذول کی ہے

ابتدائی واقعہ کا بیان

عمائے تاجدار بیگم زوجہ صاحبزادہ محب علیخاں عرف نواصاحب نے اپنے شوہر پر زر مہر کا دعوی جسکی تعداد ایک کروڑ روپیہ اور پچیس ہزار اشرفی تھی دائر کیا تھا یہ مقدمہ سنہ ۱۸۸۸ع میں کونسل آف ریجنسی رامپور کے سامنے اس وجہ سے پیش ہوا کہ بیگم صاحبہ رامپور کی رہنے والی تھیں اور شوہر کی جائداد کا ایک حصہ ریاست رامپور میں واقع تھا سنہ ۱۸۸۹ع میں جبکہ مقدمہ زیر تجویز تھا صاحبزادہ محب علیخاں نے انتقال کیا جسکے بعد مقدمہ انکے نابالغ لڑکے صاحبزادہ سجاد علیخاں پر جو دوسری بیوی کے بطن سے تھے چلتا رہا اور ۲۹ جنوری سنہ ۱۸۹۱ع کو کونسل آف ریجنسی نے بیگم صاحبہ کے حق میں ڈگری دی جنہوں نے اجرائے ڈگری سے تقریباً بائیس ہزار روپیہ اپنے متوفی شوہر کی جائداد واقع ریاست رامپور سے حاصل کیا

کونسل آف ریجنسی کی دی ہوئی ڈگری کی بنیاد پر بیگم صاحبہ اور کنور ہوبنس سنگھ مہاجن نے جسے بیگم صاحبہ نے بقیہ ڈگری کے نصف حقوق کسی معاوضہ میں دیدئے تھے مرادآباد کی عدالت دیوانی میں بقیہ مہر کے ایک بڑے حصے کو مدعاعلیہ کی اس جائداد سے جو برٹش حدود میں واقع تھی حاصل کرنے کی غرض سے دعوی دائر کیا سب آرڈنیٹ جج مرادآباد نے مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے مدعیہ کو ڈگری دی چونکہ صاحبزادہ سجاد علیخاں کے نابالغ ہونے کیوجہ سے جائداد کورٹ آف وارڈس کے انتظام میں تھی اسلئے صاحب کلکٹر مرادآباد نے الہآباد ہائی کورٹ میں اس ڈگری کے خلاف اپیل دائر کیا جسکے فیصلے سے پہلے بیگم صاحبہ بعض وجوہ سے پیروی مقدمہ سے دستبردار ہوگئیں اور صرف کنور ہوبنس سنگھ مقدمہ کی پیروی کرتا رہا آخر میں ہائی کورٹ نے افسوس کے ساتھ اپیل خارج کیا اور عدالت ماتحت کی ڈگری بحال رکھی

مہر کی ڈگری کے عدالتوں کو اختیارات دئے جانیکی تحریک کیوں کر ہوئی

چونکہ ہائی کورٹ کے ججوں نے فیصلہ سناتے وقت اس بات پر افسوس ظاہر کیا تھا کہ انہیں وہ اختیاری اختیارات حاصل نہیں ہیں جو اودھ کی عدالتوں کو دفعہ (۵) ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ع میں اس غرض دئے گئے ہیں کہ وہ مہر کے مقدموں میں زر موعود کے صرف ایسے حصہ کی ڈگری دیں جو انہیں شوہر کی استطاعت اور بیوی کی حیثیت کے مناسب معلوم ہوتی ہو اسلئے ان کے اس ریمارک پر ممالک مغربی و شمالی کے بورڈ آف ریونیو نے جو اسٹیٹ کی جائداد کا انتظام کورٹ آف وارڈس کی حیثیت سے کرتا تھا یہ تحریک ہز آنر لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کی خدمت میں پیش کی کہ جو اختیاری اختیارات اودھ کی عدالتوں کو مہر کے متعلق حاصل ہیں وہی ممالک مغربی و شمالی کی عدالتوں کو دئے جائیں ہز آنر نے اس تحریک کو گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں لیجسلیشن کی غرض سے پیش کیا اور اس نے یہہ خیال کرکے کہ مہر کا مسئلہ مذہبی حیثیت رکھتا ہے اس معاملہ میں پبلک کی رائے طلب کی اور ممالک مغربی و شمالی کے مقتدر مسلمانوں اور عالموں سے بھی صلاح لی دریافت

سنت جسمیں امام ابوحنیفہرح کے پیرو زیادہ ہیں (۲) اهل تشیع (۳) اهل

ن اسوقت اس بات کیلئے آمادہ نہیں ہوں کہ یہاں کسی ایسے چوتھے فرقہ کا نام لوں جو تعداد اور وقعت
ایسا ہو کہ محمدنلا کے ایک عام مسئلہ پر غور کرتے وقت اس کا خیال کرنا ضروري سمجھا جائے

سنت کے چار گروہ ہیں (۱) حنفي (۲) شافعي (۳) مالکي (۴) حنبلي آخر کے دو فرقے ہندوستان
ام ہیں اور دوسرے نمبر کا فرقہ بھي ممالک مغربي و شمالي میں کچھہ تعداد نہیں رکھتا اسلئے آیندہ
ن کے مسائل مہر سے بحث کرتے وقت صرف وہ عقائد بیان کرونگا جو احناف سے تعلق رکھتے ہیں

ہ کے بھي کئي گروہ ہیں لیکن اصولي اور اخباري فرقے ہندوستان میں زیادہ آباد ہیں اسلئے جہاں
ت (مہر) سے بحث کیجائیگي وہاں صرف وہ عقائد بیان کئے جائینگے جو ان دونوں فرقوں میں مشترک
م سمجھے جاتے ہیں

حدیث کا صرف ایک هي فرقہ ہے جو ابھي تک منقسم نہیں ہوا ہے یہہ فرقہ آئمہ (اربعہ) کي تقلید
لکہ براہ راست قرآن‌شریف اور احادیث کي طرف رجوع کرتا ہے

ت کیطرف توجہ

اب میں ذیل کے سوالات کي طرف توجہ کرتا ہوں کہ (۱) مہر اور اس کا
مرادف صداق کیا چیز ہے (۲) اسلام میں اسکي ابتدا کب سے ہوئي (۳) اور
ن کیونکر اس درجہ تک پہنچي کہ اسکي اصلاح کیلئے گورنمنٹ کو توجہ کرني پڑي

لفظ مہر یا صداق کي تعریف "ماتراضي علیہ‌الناس" بیان کیگئي ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ "مہر
چیز ہے جس پر مرد اور عورت یا اوسکے ولي و سرپرست رضامند ہوں" یہ مہر حقیقت میں ان فوائد
سمجھا جاتا ہے جنھیں مرد نکاح کے بعد عورت سے حاصل کرنا چاهتا ہے

اسلام میں مہر کي تاریخ ابتداے اسلام سے تعلق رکھتي ہے باني اسلام نے مہر کو نکاح کیلئے ایک ایسي
قرار دیا ہے کہ جسکے بغیر اسلام میں نکاح جائز نہیں سمجھا جاتا ابتدائي زمانہ میں علي‌العموم مہرون
م ہوتي تهي (۱) ابن‌اسحق نے بیان کیا ہے کہ "رسول اللہ صلي‌اللہ علیہ‌وسلم" نے اپنا کوئي ایسا نکاح
سکي مقدار نے چارسو درهم سے تجاوز کیا هو مگر (۲) علامہ نورالدین حلبي نے حضرت زینب بنت حزیمہ
ھا ہے کہ انکا مہر بارہ اوقیہ (۳) اور ایک نش (۴) کا تھا جو ۵۰۰ درهم کے برابر ہے اسکے علاوہ خود
طمۃ الزهرا رض کا مہر ۴۰۰ مثقال تھا (تقریباً سو روپیہ) اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول مقبول
ہر کو چار اور پانچسو درهم کے اندر رکھنا پسند فرماتے تھے مگر امت میں ایسے لوگ بھي تھے جو اس رقم
ي بھي استطاعت نہ رکھتے تھے اسلئے آپ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا (۵) "تزوج ولوبخاتم من حدید"
اح کرو اگرچہ لوہے کي انگوٹھي کے عوض میں ہو" اس ہدایت کا منشا یہہ تھا کہ امت پر صاف
ئے کہ کم قیمت سے کم قیمت چیز بھي مہر میں دئے جانے کي صلاحیت رکھتي ہے اگر عورت اور مرد یا
سرپرست اس پر رضامند ہوجائیں

ابن‌اسحق (۲) سیرۃ حلبیہ (۳) ایک اوقیہ ۴۰ درهم کا ہے (۴) ایک نش ۲۰ درهم کا ہے
(۵) بخارے شریف باب‌النکاح

زر مہر کو کسی رقم پر محدود کرنے سے امت کے بہت سے لوگ نکاح سے محروم ہوجاتے اور امیطرح وہ متمول مسلمان بھی مجبور ہوتے جو اپنی بیویوں کیلئے اس سے زیادہ مہر مقرر کرنا چاہتے تاکہ نکاح سے جو آیندہ فائدے حاصل ہوں اون کا معاوضہ اچھی طرح ہوسکے اور ان کی بیویوں کی حیثیت قیمتی مہروں سے بہتر ہوجائے اسلئے ایسے مذہب میں جسکی بنیاد عقل اور انصاف پر رکھی گئی ہو مہر کی کوئی حد مقرر کردینی اُس میں کسی قسم کی خوبی پیدا نہیں کرسکتی تھی

اسی بنیاد پر بانی اسلام نے مہر کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ یہ تعلیم دی کہ وہ رقم ایسی ہونی چاہئے جو آسانی سے ادا کردیجائے اور اسی اصول پر آپنے ایک مفلس صحابی کا نکاح صرف اس مہر پر پڑھا دیا کہ وہ اپنی بیوی کو قرآن شریف کی وہ چند سورتیں جو اسے یاد ہیں تعلیم کردے

(۳) ابتداے اسلام میں جبکہ اسکے پیروں کی زندگی سادہ اور دولت و عشرت کی آمیزش سے پاک تھی مہر کی یہی حالت تھی جو میںنے ابھی بیان کی ہے لیکن جب اسلام عرب کے ہمسایوں میں پہیلا اور شام و ایران کے دولت مند اسکے حلقہ میں آگئے تو اون لوگوں نے کم مقدار کے مہر باندھنے کو اپنی اور اپنی متمول بیویوں کی شان کے خلاف سمجھا اسیطرح جب اہلِ عرب ملکوں کے حاکم ہوئے اور دولت کی ہرطرف سے طغیانی ہوئی تو انکے پہلے زندگی کے سیدھے سادے طریقے بدل گئے اور چونکہ شریعت محمدیہ میں بڑے بڑے مہر باندھنے کا کوئی امتناعی حکم نہیں تھا اسلئے وہ زیادہ مہر باندھنے کو خلاف شرع نہ سمجھہ سکے

یہی حالت ان شاہی خاندانوں اور امیروں کی تھی جنہوں نے صدیوں تک ہندوستان میں حکمرانی اور ترقی کی جبتک سلطنت اور دولت نے انکا ساتھہ دیا اس وقت تک ان مہروں کا ان پر کوئی خاص اثر نہوا مگر جب دولت و ثروت نے ان سے اپنا منہہ موڑا تو وہ اپنے آبا و اجداد کی ان باتوںکو جنہیں وہ سنتے آئے تھے اور ان قدیم رسموں کو جو خاندانی ورثہ میں انہیں ملی تہیں ترک نہ کرسکے اور اب ہر شخص ایسے خاندانوں میں جہاں بعض بعض موقعہ فاقوں اور کروڑوں کے مہر باندھتے ہیں اونکی نمائشی جھوٹی دولت و عظمت کا کھوج لگا سکتا ہے بعض صورتوں میں ان امراء کے مہر شاہی خاندان کے مہروں سے بڑہ جاتے تھے چنانچہ آج کل ان اُجڑے ہوئے خاندانوں کی بقیہ یادگاروں میں کروڑوں روپیہ کے مہر باندھنے کا دستور ہے حالانکہ تاریخ کی رہنمائی سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سلاطین دہلی کے بعض شہزادوں کے مہر صرف چند لاکھہ کے باندھے گئے تھے شاہنوازخان کی بیٹی کا مہر جسکی شادی شاہجہاں کے بیٹے مرادبخش سے ہوئی تھی صرف چار لاکھہ روپیہ کا تھا (۱) اور (۲) جہان‌خو بیگم کی بیٹی کا مہر جسکا نکاح داراشکوہ سے ہوا تھا پانچ لاکھہ سے زیادہ نہ تھا (۳) اسیطرح شاہشجاع نے اپنی دلہن کیلئے چار لاکھہ سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا

بعض خاندانوں میں مہر کی رقم رواج مقرر کردیتا ہے اور ایسے خاندان کا جو ممبر شادی کرتا ہے وہ اسی مہر پر مجبور ہوتا ہے گو اس خاندان کے چند ممبر ایسے ہوں جو اس مہر کو ادا کرسکیں مگر ان میں سے اکثر ایسے کرنے پر قادر نہیں ہوتے اور وہ خاندان کے رواج کی پابندی پر صرف اسی خیال سے مجبور ہوتے ہیں کہ اگر اُنہوں نے اس رواج کے خلاف کیا تو ان کی حقارت ہوگی دلہن کا باپ یا سرپرست جو شادی کا انتظام کرتا ہے اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ایسے مہر کا ادا کرنا اسکے شوہر کی قدرت سے باہر ہے مگر پھر بھی وہ اس رقم پر اصرار کرتا ہے اور ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ اس میں ایک پائی بھی کم ہو جسکی وجہ یہہ ہوتی ہے کہ وہ علاوہ خاندانی رواج کے خیال کے یہ بھی سوچتا ہے کہ زیادہ مہر کا باندھنا ان بدسلوکیوں کے روکنے کیلئے جنکی توقع آیندہ زن و شوہر کے تعلقات میں ممکن خیال کیجاتی ہے ایک اخلاقی بندش ہوجائیگی

---

(۱) بادشاہ نامہ مطبوعہ کلکتہ مولفہ عبدالحمید جلد اول صفحہ ۳۰۲ (۲) بادشاہ نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم صفحہ ۳۵۲ (۳) بادشاہ نامہ مولفہ عبدالحمید جلد دوم صفحہ ۳۰۲

رامپور چونکہ ممالک مغربي و شمالي مين واقع هے اسلئے دربار رياست رامپور سے بھي راے طلب هوئي اور مين اس دربار کے ممبر هونے کي حيثيت سے اپنے خيالات مہر کے مسئلہ کے متعلق ذيل مين گذارش کرتا هون ليکن اس سے پہلے کہ اصل سوال سے بحث کرون چند اُن ضروري باتون کي جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتي هين بيان کرنے کي اجازت چاهتا هون

تمهيد

هندوستان کي اسلامي آبادي تين چھوٹے بڑے فرقون پر منقسم هے (۱) اهل سنت جسمين امام ابوحنيفہ رح کے پيرو زيادہ هين (۲) اهل تشيع (۳) اهل حديث مين اسوقت اس بات کيلئے آمادہ نہين هون کہ يہان کسي ايسے چھوٹے فرقہ کا نام لون جو تعداد اور وقعت کے لحاظ سے ايسا هو کہ معدودے چند کے ايک عام مسئلہ پر غور کرتے وقت اس کا خيال کرنا ضروري سمجھا جائے

اهل سنت کے چار گروہ هين (۱) حنفي (۲) شافعي (۳) مالکي (۴) حنبلي آخر کے دو فرقے هندوستان مين بہت کم هين اور دوسرے مذهب کا گروہ بھي ممالک مغربي و شمالي مين کچھ تعداد نہين رکھتا اسلئے آئندہ مين حنفيون کے مسائل مہر سے بحث کرتے وقت صرف وہ عقائد بيان کرونگا جو احناف سے تعلق رکھتے هين

شيعہ کے بھي کئي گروہ هين ليکن اصولي اور اخباري فرقے هندوستان مين زيادہ آباد هين اسلئے جہان شرعي عقائد (مہر) سے بحث کيجائيگي وهان صرف وہ عقائد بيان کئے جائينگے جو ان دونون فرقون مين مشترکہ طور پر مسلم سمجھے جاتے هين

اهل حديث کا صرف ايک هي فرقہ هے جو ابھي تک منقسم نہين هوا هے يہ فرقہ آئمہ (اربعہ) کي تقليد نہين کرتا بلکہ براہ راست قرآن شريف اور احاديث کي طرف رجوع کرتا هے

اصل بحث کيطرف توجہ

اب مين ذيل کے سوالات کي طرف توجہ کرتا هون کہ (۱) مہر اور اس کا مرادف صداق کيا چيز هے (۲) اسلام مين اسکي ابتدا کب سے هوئي (۳) اور اسکي تعداد کيونکر اس درجہ تک پہنچي کہ اسکي اصلاح کيلئے گورنمنٹ کو توجہ کرني پڑي

(۱) لفظ مہر يا صداق کي تعريف "ما تراضي عليه الناس" بيان کيگئي هے جسکے معني يہ هين کہ "مہر يا صداق وہ چيز هے جس پر مرد اور عورت يا اوسکے ولي و سرپرست رضامند هون" يہ مہر حقيقت مين ان فوائد کا معاوضہ سمجھا جاتا هے جنھين مرد نکاح کے بعد عورت سے حاصل کرنا چاهتا هے

(۲) اسلام مين مہر کي تاريخ ابتداے اسلام سے تعلق رکھتي هے باني اسلام نے مہر کو نکاح کيلئے ايک ايسي ضروري شرط قرار ديا هے کہ جسکے بغير اسلام مين نکاح جائز نہين سمجھا جاتا ابتدائي زمانہ مين علي العموم مہرون کي مقدار کم هوتي تھي (۱) ابن اسحق نے بيان کيا هے کہ "رسول الله صلي الله عليه وسلم" نے اپنا کوئي ايسا نکاح نہين کيا جسکي مقدار نے چارسو درهم سے تجاوز کيا هو مگر (۲) علامہ نورالدين حلبي نے حضرت زينب بنت حزيمہ کي نسبت لکھا هے کہ انکا مہر بارہ اوقيہ (۳) اور ايک نش (۴) کا تھا جو ۵۰۰ درهم کے برابر هے اسکے علاوہ خود حضرت فاطمة الزهرا رض کا مہر ۴۰۰ مثقال تھا (تقريباً سو روپيہ) اس سے يہ نتيجہ نکلتا هے کہ رسول مقبول (صلعم) مہر کو چار اور پانچسو درهم کے اندر رکھنا پسند فرماتے تھے مگر امت مين ايسے لوگ بھي تھے جو اس رقم کے ادا کرنيکي بھي استطاعت نہ رکھتے تھے اسلئے آپ نے ايک دفعہ ارشاد فرمايا (۵) "تزوج ولو بخاتم من حديد" يعني "نکاح کرو اگرچہ لوہے کي انگوٹھي کے عوض مين هو" اس هدايت کا منشا يہ تھا کہ امت پر صاف ظاهر هوجائے کہ کم قيمت سے کم قيمت چيز بھي مہر مين دئے جانے کي صلاحيت رکھتي هے اگر عورت اور مرد يا اونکے ولي و سرپرست اس پر رضامند هوجائين

---

(۱) سيرة ابن اسحاق (۲) سيرة حلبيہ (۳) ايک اوقيہ ۴۰ درهم کا هے (۴) ايک نش ۲۰ درهم کا هے
(۵) بخاري شريف باب النکاح

رو مہر کو کسی رقم پر محدود کرنے سے امت کے بہت سے لوگ نکاح سے محروم ہوجاتے اور اسیطرح وہ متمول مسلمان بھی مجبور ہوتے جو اپنی بیویوں کیلئے اس سے زیادہ مہر مقرر کرنا چاہتے تاکہ نکاح سے جو آیندہ فائدے حاصل ہوں اون کا معاوضہ اچھی طرح ہوسکے اور ان کی بیویوں کی حیثیت قیمتی مہروں سے بہتر ہوجائے اسلئے ایسے مذہب میں جسکی بنیاد عقل اور انصاف پر رکھی گئی ہو مہر کی کوئی حد مقرر کردینی اُس میں کسی قسم کی خوبی پیدا نہیں کرسکتی تھی

اسی بنیاد پر بانیٔ اسلام نے مہر کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ یہ تعلیم دی کہ وہ رقم ایسی ہونی چاہئے جو آسانی سے ادا کردیجائے اور اسی اصول پر اپنے ایک مفلس صحابی کا نکاح صرف اس مہر پر پڑھا دیا کہ وہ اپنی بیوی کو قرآن شریف کی وہ چند سورتیں جو اسے یاد ہیں تعلیم کردے

(۳) ابتدائے اسلام میں چونکہ اسکے پیرووں کی زندگی سادہ اور دولت و عشرت کی آمیزش سے پاک تھی مہر کی بھی حالت تھی جو صیغے اوپر بیان کی ہے لیکن جب اسلام عرب کے ہمسایوں میں پھیلا اور شام و ایران کے دولت مند اسکے حلقہ میں آگئے تو اون لوگوں نے کم مقدار کے مہر باندھنے کو اپنی اور اپنی متمول بیویوں کی شان کے خلاف سمجھا اسیطرح جب اہل عرب ملکوں کے حاکم ہوئے اور دولت کی عظمت سے طغیانی ہوئی تو انکے پہلے زندگی کے سیدھے سادھے طریقے بدل گئے اور چونکہ شریعت محمدیہ میں بڑے بڑے مہر باندھنے کا کوئی امتناعی حکم نہیں تھا اسلئے وہ زیادہ مہر باندھنے کو خلاف شرع نہ سمجھ سکے

یہی حالت ان شاہی خاندانوں اور امیروں کی تھی جنہوں نے صدیوں تک ہندوستان میں حکمرانی اور ترقی کی جبتک سلطنت اور دولت نے انکا ساتھ دیا اس وقت تک ان مہروں کا ان پر کوئی خاص اثر نہوا مگر جب دولت و ثروت نے ان سے اپنا منہہ موڑا تو وہ اپنے آبا و اجداد کی ان باتوں کو جنہیں وہ سنتے آئے تھے اور ان قدیم رسموں کو جو خاندانی ورثہ میں انہیں ملی تھیں ترک نہ کرسکے اور اب ہر شخص ایسے خاندانوں میں جہاں بعض بعض مرتبہ لاکھوں اور کروڑوں کے مہر بندھتے ہیں اونکی چھوٹی ہوئی دولت و عظمت کا کھوج لگا سکتا ہے بعض صورتوں میں ان امراء کے مہر شاہی خاندان کے مہروں سے بڑھ جاتے تھے چنانچہ آج کل ان اُجڑے ہوئے خاندانوں کی بہ نسبت بادشاہوں میں لاکھوں روپیہ کے مہر باندھنے کا دستور ہے حالانکہ تاریخ کی ورق گردانی سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سلاطین دہلی کے بعض شہزادوں کے مہر صرف چند لاکھ کے باندھے گئے تھے شاہنوازخان کی بیٹی کا مہر جسکی شادی شاہجہاں کے بیٹے مرادبخش سے ہوئی تھی صرف چار لاکھ روپیہ کا تھا (۱) اور (۲) جہان آرا بیگم کی بیٹی کا مہر جسکا نکاح داراشکوہ سے ہوا تھا پانچ لاکھ سے زیادہ نہ تھا (۳) اسیطرح شاہجہاں نے اپنی دلہن کیلئے چار لاکھ سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا

بعض خاندانوں میں مہر کی رقم رواج مقرر کردیتا ہے اور ایسے خاندان کا جو ممبر شادی کرتا ہے وہ اسی مہر پر مجبور ہوتا ہے گو اس خاندان کے چند ممبر ایسے ہوں جو اس مہر کو ادا کرسکیں مگر ان میں سے اکثر ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوتے اور وہ خاندان کے رواج کی پابندی پر صرف اسی خیال سے مجبور ہوتے ہیں کہ اگر اونہوں نے اس رواج کے خلاف کیا تو ان کی حقارت ہوگی دلہن کا باپ یا سرپرست جو شادی کا انتظام کرتا ہے اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ایسے مہر کا ادا کرنا اسکے شوہر کی قدرت سے باہر ہے مگر پھر بھی وہ اس رقم پر اصرار کرتا ہے اور ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ اس میں ایک پائی بھی کم ہو جسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ علاوہ خاندانی رواج کے خیال کے یہ بھی سوچتا ہے کہ زیادہ مہر کا باندھنا ان بدسلوکیوں کے روکنے کیلئے جنکی توقع آیندہ زن و شوہر کے تعلقات میں ممکن خیال کیجاتی ہے ایک اخلاقی بندش ہوجائیگی

(۱) بادشاہ نامہ مطبوعہ کلکتہ مولفہ عبدالحمید جلد اول صفحہ ۲۰۳ (۲) بادشاہ نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم صفحہ ۳۵۴ (۳) بادشاہ نامہ مولفہ عبدالحمید جلد دوم صفحہ ۳۰۲

دفعہ (۵) ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ع لیجسلیٹو پاس ہونی

لکھنؤ کے شہزادے اور نواب زادے جبکہ وہ اسلامی دارالحکومت تھا بڑے بڑے مہر باندھنے کے عادی تھے اور انکے اقبال کے زوال کے ساتھہ اونسے اور ان کی اولاد سے یہ دیرینہ رسم نہ چھوٹی تھی سنہ ۱۸۷۶ع میں ایک بیگم صاحبہ نے اپنے شوہر پر کئی لاکھہ روپیہ کی مہر کی نالش عدالت میں دائر کی جس سے اس اودہ میں عام خوف پھیلہ گیا اور امرائے سلطنت اودہ کے ساتھہ دیکھا کہ اگر عدالت نے مدعیہ کو پوری ڈگری دیدی تو اسکے نتائج سب کے حوالی کی بابت عوائد اس بربادی سے محفوظ رہنے کیلئے جو مبالغہ کے ساتھہ انہوں دکھلائی گئی تھی نواب ممتاز الدولہ اور نواب محسن الدولہ حکام وقت سے ملے اور اپنے خیالات ظاہر کرنیکے بعد اس بات کا انہیں یقین دلایا کہ اگر مدعیہ کو پوری ڈگری مل گئی تو اسکا خاوند اپنی کل جائداد سے محروم ہوجائیگا اور اسکے خوفناک نتائج ایک بڑے گروہ کو نقصان پہنچائینگے حکام وقت نے ان دونوں معزز رئیسوں کے خیالات کو تسلیم کیا جسکے بعد ذیل کی دفعہ (۵) ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ع میں اضافہ کیگئی

نقل دفعہ (۵) ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ع

جس صورت میں کہ تعداد مہر کی جو کسی معاہدہ مہر میں کسی مسلمان نے مشروط کی ہے بہ لحاظ استطاعت شوہر کی حد سے زیادہ ہو تو کل رقم مندرجہ معاہدہ مذکور کسی مقدمہ میں بذریعہ ڈگری بحق مدعی خواہ بذریعہ دلانے حسب طریقہ مجرائی یا دین یا کسی دیگر مطالبہ مدعاعلیہ کے نہ دلائی جاویگی بلکہ بہ لحاظ استطاعت شوہر و حیثیت زوجہ کے تعداد مہر کی جو عدالت دلوے قرین عقل ہو

قاعدہ متعلق بعد وفات شوہر

یہی قاعدہ متعلق رہیگا خواہ دعوے واسطے نفاذ معاہدہ کے حین حیات شوہر دائر کیا جائے خواہ بعد اسکے وفات کے

جہانتک مجھے اس مضمون کے متعلق واقفیت حاصل ہوئی ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس دفعہ کے نافذ ہونے سے پہلے مذہب اسلام کے عالموں سے کوئی راے نہیں لیگئی اور نہ خود علماء نے اپنے خیالات اس مسئلہ کے متعلق گورنمنٹ کے حضور میں پیش کئے علما کی خاموشی کی وجہ غالبا یہ تھی کہ وہ انڈین لیجسلیشن کے طریقے سے اسوقت تک پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے اور سیاست سے واقف نہ تھے کہ اگر وہ اپنے خیالات کو جائز طریقے سے گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کرتے تو گورنمنٹ ان پر ضرور غور فرماتی

اودہ کے امیروں اور رئیسوں میں ابتک بڑے بڑے مہر باندھنے کا دستور چلا آتا ہے حالانکہ بعض صورتوں میں انکی آمدنی چند روپیہ ماہوار ہوتی ہے اسلئے نواب ممتاز الدولہ اور محسن الدولہ کی یہ بات کچھہ تعریف کے قابل نہ تھی کہ انہوں نے اپنا رسوخ محض اپنی مخصوص جماعت کے فائدے کیلئے ایک ایسی دفعہ کے پاس کرانے میں استعمال کیا جسکا اثر عام اودہ کے مسلمانوں پر پڑا نیز اس دفعہ پر کوئی ایسی عام راے (عالموںکی) نہیں لیگئی جس سے مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے تلف ہونیکا اندیشہ جاتا رہتا

مہر کا مسئلہ اب انڈین گورنمنٹ کی نظر کے سامنے لایا گیا ہے اور چونکہ دفعہ (۵) ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ع کے احکام صوبہ اودہ میں جاری ہوں اسلئے ہندوستان کی گورنمنٹ نے عام راے طلب کی ہے تاکہ ان احکام کی توسیع ملک کے دوسرے حصوں میں بھی ہوجائے اور عام مسلمان رعایا کیلئے آیندہ بہبودی کی صورت پیدا ہو اس مسئلے میں جن لوگوں سے راے طلب کیگئی ہے ان میں عالموں تعداد نسبۃ بہت کم ہے اور وہ لوگ زیادہ ہیں جو مذہبی حقوق کے علاوہ معزز سمجھے جاتے ہیں پس اگر فیصلہ کرتے وقت علماء کی راے کو زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا گیا جن سے سنہ ۱۸۷۶ع میں کوئی راے حاصل نہیں کیگئی تھی اور جو راے دینے والونکی تعداد میں نسبتہ بہت کم دکھائی دیتے ہیں تو یہ ایک غلطی اس غلطی سے بہت کچھہ مشابہ ہوگی جسنے دفعہ (۵) کے احکام کو جاری کردیا اور جو میری راے میں خود منسوخ ہونیکے قابل ہیں

مہر کے احکام اسلامی مذاہب میں

اب میں اہل حدیث شیعہ اور احناف کے عقائد جو مسئلہ مہر سے تعلق رکھتے ہیں ذکر کرتا ہوں اور حسب ضرورت انکی مذہبی کتابوں کا حوالہ دونگا تاکہ صاف معلوم ہوجائے کہ ہندوستان کی عدالتوں کو مہر کے متعلق اسلامی اختیارات کہاں تک دئے جاسکتے ہیں

اہل حدیث اور مہر

اہل حدیث اکثر کم مقدار کے مہر باندھتے ہیں لیکن اسوجہ سے کہ شرع میں کوئی امتناعی حکم زیادہ مہر باندھنے کا نہیں ہے اسلئے وہ ایسے مہر کو ناجائز نہیں سمجھتے مجھے ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملی جسکا یہ منشا ہو کہ کسی خاص حد سے مہر کی مقدار میں تجاوز نہ کرنا چاہئے حضرت عمر رضہ خلیفہ ثانی کی نسبت کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایک موقعہ فرمایا "الا لاتغلوا فی صداق النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا او تقوى عند الله لكان اولاكم بها النبي صلى الله عليه وسلم" * ایک دوسرے موقع پر حضرت عمر رضہ نے فرمایا "ايها الناس ما اكثاركم في صداق النساء وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه وانما الصداق فيما بينهم اربعمائة درهم فما دون ذلك فلو كان الاكثار في ذلك تقوى عند الله او مكرمة لم تسبقوهم اليها" †

ان دونوں روایتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ زیادہ مہر باندھنا ناجائز نہ تھا حضرت عمر رضہ نے لوگوں سے جو کچھ کہا وہ حکماً نہیں کہا تھا بلکہ مسلمانوں کو ایک بہتر طریقے کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا جسکی مثال رسول مقبول کی زندگی کے واقعات نے پیدا کردی تھی لیکن اگر یہ بحث کیجائے کہ حضرت عمر رضہ کے الفاظ زیادہ مہر باندھنے کو ناجائز بتاتے ہیں تو ہمیں مسروق کی روایت کیطرف توجہ کرنی چاہئے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضہ ایک دفعہ منبر پر چڑھے اور فرمایا "میں نہ سنوں کہ تم میں سے کسی نے چار سو درہم سے زیادہ مہر باندھا کیونکہ پیغمبر (صلعم) اور صحابہ کے مہر اس رقم کے برابر یا اس سے کم ہوتے تھے اگر بڑے مہروں میں کچھ بھلائی ہوتی تو خود رسول مقبول تم سے پہلے اُسے اختیار کرتے" حضرت عمر رضہ یہ الفاظ فرماکر منبر سے اُترے ہی تھے کہ قریش کی ایک عورت سامنے آئی اور کہنے لگی "یا امیر المومنین! کیا آپنے چار سو درہم سے زیادہ مہر باندھنے کی ممانعت کردی ہے" حضرت عمر رضہ نے فرمایا "ہاں" اس پر وہ عورت کہنے لگی کہ کیا آپنے نہیں سنا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا فرمایا ہے "وآتيتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا" ‡ حضرت عمر رضہ نے یہ آیت قرآن شریف کی سنی تو فرمایا "بخشیو اے خدا! کیا ہر شخص علم میں عمر سے زیادہ ہے" اور پھر منبر پر چڑھے اور فرمایا "ايها الناس انى كنت نهيتكم ان تزيدوا فى صدقاتهن على اربعمائة درهم فمن شاء ان يعطى من ماله ما احب او ما طابت نفسه فليفعل" § اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ مہر کی تعداد کیلئے کوئی ایسی حد مقرر نہیں کیگئی ہے جس سے تجاوز کرنا خلاف شریعت سمجھا جاتا ہو علاوہ اسکے ابن حجرین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضہ نے دو ہزار اور حضرت عثمان رضہ نے چار ہزار درہم تک مہر کی اجازت دی تھی

اہل تشیع اور مہر

اوپر کا بیان حدیث اور اثر سے تعلق رکھتا ہے اور اب میری خواہش ہے کہ میں اہل تشیع کے ان عقائد کو جو مسئلہ مہر سے متعلق ہیں پیش کروں

---

* ترجمہ! مہر میں زیادتی نکرو اسلئے کہ اگر مہر میں زیادتی کرنی دنیا کی بھلائی یا خداتعالیٰ کے نزدیک بہتر بات ہوتی تو تم سے پہلے اسے رسول مقبول (صلعم) پسند فرماتے

† ترجمہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ مہروں میں زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول مقبول اور آپ کے اصحاب کا مہر چار سو درہم یا اس سے کم ہوا کرتا تھا اور اگر زیادہ مہر باندھنے میں کوئی بھلائی یا خدا تعالیٰ کے نزدیک بہتر بات ہوتی تو تم ان سے سبقت نہیں لیجا سکتے تھے

‡ ترجمہ اگر تم کسی عورت کو بہت سا مال دیدو تو پھر اس میں سے کچھ واپس نہ لو

§ ترجمہ لوگو! میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ باندھو لیکن اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص جسقدر چاہے اپنے مال میں سے مہر باندھے

کلینی نے اپنی تصنیف کافی میں ابوعبداللہ سے روایت کی ہے "المہر ماتراضی علیہ الناس اواثنتا عشرۃ اوقیۃ ونش اوخمسمائۃ درہم" * اسی قول کو اُس نے کتنی جگہہ حضرت علی رضہ سے روایت کیا ہے جس سے دو باتیں سمجھی جاسکتی ہیں (۱) مہر کیلئے کوئی خاص رقم مقرر نہیں کیگئی بلکہ مہر وہ ہے جس پر فریقین رضامند ہوجائیں (۲) اگر کوئی شخص بہتر اور عمدہ قسم کا مہر باندھنا چاہے تو وہ ساڑھے بارہ اوقیہ یا پانچسو درہم کا ہے

حضرت ابوجعفر نے فرمایا ہے "الصداق ماتراضیا علیہ من قلیل اوکثیر لہذا الصداق" † اس قول سے بھی بالکل صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مہر کیلئے کوئی خاص حد مقرر نہیں کیگئی ہے جس سے تجاوز کرنا خلاف شرع سمجھا جائے ایک اور جگہہ حضرت ابوجعفر نے بیان کیا ہے "الصداق کلشی تراضی علیہ الناس قلاوکثر فی متعۃ اوتزویج غیرمتعۃ" ‡ اس دوسرے قول سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے اگر یہ کہا جائے کہ ان دونوں قولوں میں کمی و بیشی پانچسو درہم یا ساڑھے بارہ اوقیہ کے اندر مراد لیگئی ہے تو میں اسے دو وجہ سے غلط سمجھتا ہوں (۱) ان روایتوں کے الفاظ عام ہیں اور ان سے کوئی خاص معنے سمجھنے کیلئے تیسری ایسی روایت ہونی چاہئے جس سے انکا مخصص سمجھا جائے (۲) ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا مہر جو آنحضرت کی بیوی تھیں اہل تشیع کی روایت کے مطابق چار ہزار درہم کا تھا وہ لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں رسول مقبول (صلعم) کا نکاح حضرت ام حبیبہ سے ہوا تو وہ نجاشی کے ملک میں تشریف رکھتی تھیں اور خود نجاشی نے سرورکائنات کی طرف سے انہیں چار ہزار درہم مہر کے دیدئے تھے ایسی حالت میں کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ مہر کی کمی و بیشی پانچسو درہم کے اندر محدود ہے

ابوجعفرقمی نے من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت علی رضہ سے روایت کی ہے "والسنۃ المحمدیۃ فی الصداق خمسمائۃ درہم فمن زاد علیہا ردالی السنۃ" § ان الفاظ کی نسبت شاید یہ خیال کیا جائے کہ وہ قاضی یا حاکم کیلئے اس بات کو جائز کرتے ہیں کہ وہ رقم مہر کو ۵۰۰ درہم تک کم کرکے مدعیہ کو خواہ اسکا مہر کتنا ہی کیوں نہ ہو ڈگری دیدے لیکن حضرت علی رضہ کا منشا ان الفاظ سے صرف یہ تھا کہ اگر کوئی شخص ۵۰۰ درہم سے زیادہ مہر باندھے تو اس پر اخلاقی زور ڈال کر سمجھانا چاہئے تاکہ وہ اپنے مہر کو مسنون (۵۰۰ درہم) کے ساتھہ بدل لے ان کے قول کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ قاضی کو بغیر رضامندی عورت (مدعیۃ) کے مہر کے کم کرنے کا اختیار ہے کیونکہ پہلی صورت میں جبکہ دونوں فریق مہر مسنون پر رضامند ہوجائیں کسی پر جبر نہیں ہے اور دوسری صورت میں عورت کے جائز حقوق تلف ہوتے ہیں

احناف اور مہر

حنفیوں کے ہاں بھی کوئی زیادہ سے زیادہ رقم مہر کی حد مقرر نہیں کیگئی ہے لیکن کم سے کم مہر کی رقم ان کے ہاں ۱۰ درہم ہے اس سے زیادہ خواہ کتنا ہی مہر باندھا جائے اُن کے نزدیک بھی ناجائز نہیں ہے اور بیوی اسکے پانے کی ہر حالت میں مستحق سمجھی جاتی ہے البتہ اگر مہر ۱۰ درہم سے کم ہو تو ہرحال میں عورت پورے ۱۰ درہم پانیکی مستحق ہے

تمام ایسی صورتوں میں جہاں تعین کا کوئی جھگڑا پیش ہو یا مہر ایسا ہو جسکی شرع اجازت نہ دیتی ہو یا مہر میں ناممکن التعمیل شرائط کیجائیں حنفی مہر مثل کیطرف رجوع کرتے ہیں جسکا تخمینہ ان مہروں کی تعداد سے ہوتا ہے جو عورت کے باپ کے خاندان میں عموماً قرار دئے گئے ہوں "ومہرمثلہا

---

* ترجمہ مہر وہ چیز ہے جس پر فریقین رضامند ہوں یا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ یا پانچسو درہم کا ہے

† ترجمہ مہر وہ چیز ہے جس پر فریقین رضامند ہوں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ

‡ ترجمہ مہر وہ کم یا زیادہ چیز ہے جس پر فریقین رضامند ہوں خواہ وہ مہر متعہ کا ہو یا نکاح کا

§ ترجمہ سنت محمدی کے مطابق مہر پانچسو درہم کا ہونا چاہئے اگر کوئی شخص اس مقدار میں زیادتی کرے تو اسے سنت کیطرف لانا چاہئے

يعتبر بقوم ابيها" * اگر کسي جگهه مهر مثل کا پته نه چلے تو ايسي حالت مين احناف عورت کے باپ کے خاندان يا قبيله کے هم رتبه خاندان يا قبيله کے مهرون کا اعتبار کرتے هين اور اگر ايسا خاندان يا قبيله نه پايا جائے جو عورت کے باپ کے خاندان کے هم رتبه سمجها جاتا هو تو اسوقت قاضي کو اختيار هے که اپني طرف سے مهر مثل کا اندازه کرے اور بغير گواهون اور خاوند کے اقرار کے ڈگري ديدے جيسا که ردمختار کے جزو ثاني مين لکها هے "واما اذا عدم المماثل يكون تقدير مهر المثل جاريا مجراه فينظر فيه القاضي نظر تامل واجتهاد فيحكم به بدون شهود واقرار من الزوج" † علاوه اسکے کوئي اور ايسي صورت کا موجود هونا مين تسليم نهين کرتا جسمين قاضي کو مهر کي تعداد کے متعلق کوئي اختيار ديا گيا هو

مسئله مهر پر آخري بحث

مين اس سے زياده مسئله مهر پر بحث کرني نهين چاهتا ليکن اس سے پهلے که مين اپني رائے کا خلاصه لکهون اس بات کے بيان کرنے کي جرات کرتا هون که اسلام مين ابتداء سے يه نهايت ضروري فرض خاوند کا قرار ديا گيا هے که وه اپني بيوي کے مهر کو ادا کرے اور جسطرح که ايک قرضدار کيلئے قرضه کا ادا کرنا فرض هے اسيطرح هر خاوند کو لازم هے که اپني بيوي کا موعود مهر ادا کرے جبکه مذهب اور قانون دونون نے قرضه اور مهر کو صرف ايک هي قسم کا قانوني مسئله تسليم کيا هے اور هماري عدالتين اس بات پر مجبور کي گئي هين که وه بغير لحاظ اس بات کے که قرضدار مدعي ڈگري کے بوجهه کو برداشت کرسکتا هے يا نهين قرض خواهون کو ڈگريان دين تو ايسي صورت مين وه کونسا اعتراض يا عذر هے جو مهر کي بابت ڈگريون کے متعلق پيدا کيا جاسکتا هے اسلامي قانون اور برٹش لا دونون يکسان تسليم کرتے هين که قرضه هر صورت مين ادا هونا چاهئے تو کوئي ايسي تدبير جس سے عدالتون کو خاص رقم مهر کے کم کردينے کے (جو قرضه کي قسم سے هے) اختيارات دئے جائين خيال مين نهين آتي اور ايسا کرنا محض اسلامي قانون هي کے خلاف نه هوگا بلکه خود گورنمنٹ کي پاليسي کے مخالف هوگا اور ايک هي قانوني مسئله کے انفصال کيلئے دو متضاد قانون قائم کئے جاوينگے اگر فرض کيا جائے که کسي قرضخواه نے ايک شخص کا دعوي کسي ايسے مديون پر کيا جسکي جائداد قرض کے برابر يا اس سے کم قيمت کي هے تو کيا ايک عدالت قرضخواه کے حقوق سے مطمئن هونے کے بعد اسے پوري ڈگري ديگي يا اس بات پر مجبور هوگي که قرضه کے صرف اس حصه کي ڈگري دے جو اسکے خيال مين قرضخواه اور مديون کے حالات کے مناسب هو اس سوال کا جواب اسکے سوا اور کچهه نهين ديا جاسکتا که عدالت بغير اس بات پر غور کئے که قرضدار قرضه ادا کرنيکي مقدرت رکهتا هے يا نهين زر قرضه کي پوري ڈگري دے ديگي بلکه سودي قرضه کي صورت مين سود کي رقم بهي ڈگري مين شامل کرديگي

ميرے خيال مين کوئي دليل ايسي پيش نهين کيجاسکتي جسکے بنا پر مقدمات مهر کے فيصلے دوسرے قرضون کے فيصلون سے ممتاز کئے جائين اور انهين مستثني کرکے انکي بابت عدالتون کو خاص اختيارات عطا کئے جائين مين يه بهي سمجهتا هون که مهر کے مقدمات کي تعداد قرضه کے مقدمات کي نسبت بهت کم هوتي هے اور نتائج کے اعتبار سے بهي وه ايسي برباد کرنے والے نهين هوتے جيسے که قرضه کے مقدمات علي العموم هوتے هين جن مين اکثر مديونون کو سود کا کچل ڈالنے والا بوجهه بهي برداشت کرنا پڑتا هے جو انکي بربادي کا باعث هوتا هے يه بات کچهه کم تعجب کي نهين هے که سود کي اصلاح کو جو بغير کسي مذهبي مداخلت کے کيجاسکتي هے ايسي تجاويز پر مقدم نهين کيا جاتا جو زر مهر کے اختيارات سے تعلق رکهتي هين اور جن کي همارا مذهب اجازت نهين ديتا مين يه بهي کهتا هون که بڑے بڑے مهر نتائج مين ايسے برباد کن نهين هوتے جيسا که عام طور پر لي

* ترجمه مهر مثل کا اعتبار عورت کے باپ کي قوم سے کيا جاتا هے

† ترجمه اور جب هم رتبه خاندان بهي نه ملے تو قاضي کا اندازه کرلينا هي مهر مثل کا قائم مقام هو جائيگا اور وه غور کرنے کے بعد اپنے اجتهاد سے بغير گواهون اور خاوند کے اقرار کے حکم ديديگا

کی نسبت خیال ظاہر کیا گیا ہے اگر عدالت نے مدعیہ کو دین مہر کی پوری ڈگری دے بھی دی تو اسکے سوا اور کچھ نہیں ہوگا کہ مال یا جائداد ایک مسلمان خاندان سے دوسرے مسلمان خاندان میں منتقل ہوجائیگی

ہندوستان کی مسلمان عورتیں جنکے حقوق اسوقت خطرہ میں ہیں کم تعلیم یافتہ ہونیکی وجہ سے اس قابل نہیں ہیں کہ اپنے خیالات گورنمنٹ کے حضور میں پیش کرسکیں اگر آج وہ تعلیم یافتہ ہوتیں اور گورنمنٹ ان سے بھی رائے لیتی تو غالبا وہ سب کی سب ایسی تجویز کے بالکل برخلاف ہوجاتیں جسکا مطلب یہ ہے کہ ان کے ایک جائز حق میں مداخلت کرکے اسے تلف کیا جائے چونکہ اس مسئلہ میں گورنمنٹ نے مسلمان مردوں سے رائے طلب کی ہے جنکی نسبت دوسرا گروہ (عورتیں) خود غرضی کا الزام لگا سکتا ہے اسلئے گورنمنٹ مہربانی فرماکر عورتوں کی طرف سے خود اس مسئلہ پر غور کرے کہ دفعہ ۵ ایکٹ ۱۸ سنہ ۱۸۷۶ع کے احکام کی ہندوستان کے دیگر اقطاع میں توسیع کرنے سے ان کے حقوق کہاں تک پامال ہوسکتے ہیں

میری رائے کا خلاصہ

اب میں اپنی رائے کا خلاصہ ذیل میں گذارش کرتا ہوں

(۱) سب سے زیادہ اس مسئلہ میں علماء کی رایوں کو وقعت دینی چاہئے

(۲)—شیعہ اور اہل حدیث کے مہروں میں کمی کرنی بغیر ان کے مذہبی قانون کی مداخلت کے نا ممکن ہے

(۳)—حنفیوں کے مہروں میں صرف انہیں صورتوں میں اسی طرح دست اندازی ہوسکتی ہے جنکا ذکر جس صراحت سے صفحہ (۶) و (۷) میں کیا گیا ہے

(۴)—اگر گورنمنٹ توسیع احکام مندرجہ دفعہ (۵) کو منظور نہ کرے تو اسے اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ یہ دفعہ بالکل منسوخ ہونے کے قابل ہے یا نہیں

حکیم محمد اجمل خان دہلوی

طبیب خاص

ہزہائنس جناب نواب صاحب بہادر

والی ریاست رامپور